

# رسائل و مسائل

## زکوٰۃ اور مسئلہ تملیک

[ جناب خان محمد صاحب ربانی (دewan) کا ایک مضمون ”علماء کرام سے چند سوالات“ کے زیر عنوان محرم سلسلہ کے ”ترجمان“ میں (نیز نسیم) میں شائع ہوا تھا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے ابھی تک ان سوالات کا کسی جانب سے جواب نہیں دیا گیا۔ جیل کے ذمہ داران کی وساطت سے یہ سوالات مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی تک پہنچا کر ان سے بھی اس بارے میں استفسار کیا گیا تھا۔ مولانا محترم نے ان سوالات سے متعلق اپنی رائے تحریر فرمائی ہے، جو مندرجہ ذیل کے بعد جیل سے باہر آئی ہے۔ ہم اسے بھی ترجمان میں شائع کر رہے ہیں تاکہ مسئلہ تملیک کے سارے پہلو سامنے آجائیں اور جو صاحب علم بھی ربانی صاحب کے اٹھائے ہوئے سوالات کا جواب دینا چاہیں وہ جواب دیتے وقت ان تنقیحات کو بھی پیش نظر رکھیں جو مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے پیش کی ہیں۔ ]

زکوٰۃ کے متعلق جناب خان محمد صاحب ربانی کے سوالات میرے علم میں لائے گئے ہیں اور مجھ سے پوچھا گیا ہے کہ اس معاملہ میں میری تحقیق کیا ہے۔ مختصراً میں اپنی رائے عرض کرتا ہوں۔ جس فتوے پر یہ سوالات کیے گئے ہیں، میرے نزدیک وہ آیت اِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفَقَرِ... الخ کی اس تاویل کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے جو ضعیفہ نے اختیار فرمائی ہے۔ اس مطلب کو سمجھنے کے لیے آیت کے الفاظ پر ایک نگاہ ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

اِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفَقَرِ وَالْمَسْكِينِ  
وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ

صدقات تو فقراء کے لیے ہیں اور مسکین کے لیے  
اور ان لوگوں کے لیے جو ان پر کام کرنے والے ہوں

مَلُوْبِهِمْ۔۔۔ الخ اور ان کے لیے جن کی تالیف قلوب مقصود ہو۔۔۔ الخ

دیکھیے یہاں امام کا عمل صرف فقراء ہی پر نہیں ہو رہا ہے بلکہ مساکین، عاملین علیہا اور مولفہ قلوبہم پر بھی ہو رہا ہے۔ یہ لام تملیک کے لیے ہے تو، اور استحقاق یا اختصاص یا کسی اور معنی کے لیے ہے تو، بہر صورت جس معنی میں بھی وہ فقراء سے متعلق ہو گا اسی معنی میں باقی تینوں سے بھی متعلق ہو گا۔ اب اگر حنفی تاویل کے لحاظ سے وہ تملیک کا مقتضی ہے تو زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کا مال ان چاروں میں سے جس کے حوالے بھی کر دیا جائے گا تملیک کا تقاضا پورا ہو جائے گا۔ آگے تملیک و تملیک کا حکم کہاں سے نکالا جاتا ہے؟ کیا فقیر یا مسکین کی ملک میں زکوٰۃ کا مال پہنچ جانے کے بعد اس کے تصرفات پر کوئی پابندی ہے؟ اگر نہیں تو عاملین علیہا کے ہاتھ میں مال پہنچ جانے کے بعد، جبکہ لام تملیک کا تقاضا پورا ہو چکا، پھر مزید تملیک کی پابندی لگانے کے لیے کیا دلیل ہے؟

لام کو اگر تملیک ہی کے معنی میں لیا جائے تو ایک شخص جب زکوٰۃ و صدقات واجبہ کے اموال عاملین علیہا کے سپرد کر دیتا ہے تو گویا وہ انہیں اس کا مالک بنا دیتا ہے، اور یہ اسی طرح ان کی ملک بن جاتے ہیں جس طرح فتنے اور غنیمت کے اموال حکومت کی ملک بنتے ہیں، پھر ان پر یہ لازم نہیں رہتا کہ وہ ان اموال کو آگے جن مستحقین پر بھی صرف کریں بصورت تملیک ہی کریں۔ بلکہ انہیں یہ حق حاصل ہے کہ باقی مانند سات مصارف زکوٰۃ میں اس کو جس طرح مناسب اور ضروری سمجھیں صرف کریں۔ لام تملیک کے زور سے ان پر کوئی قید نہیں لگائی جاسکتی۔ البتہ جو قید لگائی جاسکتی ہے وہ صرف یہ کہ جو شخص بھی زکوٰۃ کی تحصیل و صرف کے سلسلے میں کوئی عمل کرے وہ اس عمل کی اُجرت لے لے۔ باقی مال کیسے دوسرے مستحقین زکوٰۃ پر صرف کرنا ہو گا۔ اس لیے کہ یہ لوگ عاملین علیہا ہونے کی حیثیت سے ان اموال کے مالک بنائے جاتے ہیں نہ کہ بجائے خود مستحق ہونے کی حیثیت سے عاملین علیہا۔ "کاللفظ خود اس وجہ کو ظاہر کر دیتا ہے جس کے لیے زکوٰۃ ان کے حوالے کی جاتی ہے، اور پھر یہی لفظ یہ بھی طے کر دیتا ہے کہ وہ عامل ہونے کی حیثیت سے اس مال کا کتنا حصہ جائز طور پر اپنے ذاتی تصرف میں لانے کا حق رکھتے ہیں۔

اس تشریح کے بعد اس حدیث پر نگاہ ڈالیے جو امام احمد نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے۔ اس میں حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اذا ادیت الزکوۃ الی رسولک فقد برئت منہا الی اللہ ورسولہ۔ جب میں نے آپؐ کے پیچھے ہوئے عامل کو زکوۃ ادا کر دی تو میں اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اپنے فرض سے بری الذمہ ہو گیا نا؟ حضورؐ نے جواب دیا: نعم، اذا ادیتہا الی رسولی فقد برئت منہا الی اللہ ورسولہ۔ فذلک اجرہا واثمہا علی من بدلہا۔ ہاں! جب تو نے اسے میرے فرسادہ عامل کے حوالہ کر دیا تو تو اللہ اور اس کے رسول کے آگے اپنے فرض سے بری الذمہ ہو گیا۔ اس کا اجر تیرے لیے ہے اور جو اس میں ناجائز تصرف کرے اس کا گناہ اسی پر ہے۔ اس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ زکوۃ دینے والا اپنی زکوۃ عالمین علیہا کے سپرد کر کے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر لام تمیک کا تقاضا جس طرح کسی فقیر یا مسکین کو زکوۃ دینے سے پورا ہوتا ہے اسی طرح عالمین علیہا کو دے دینے سے بھی پورا ہو جاتا ہے۔ اب یہ فتویٰ کس بنیاد پر دیا جاتا ہے کہ عالمین علیہا اگر گے تمیک ہی کے طریقے پر اموال زکوۃ کو صرف کرتے ہوں تو انہیں زکوۃ دوور نہ نہیں؟ زکوۃ دینے والوں پر یہ دیکھنا کس نے فرض کیا ہے کہ عالمین کس طریقے پر عمل کرتے ہیں؟ ان کا فرض صرف یہ ہے کہ زکوۃ کے مستحقین کو، یا ان کے لیے کام کرنے والے عالمین کو اپنے اموال زکوۃ کا مالک بنادیں۔ عالمین کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ کہ جس شخص کو اس حیثیت سے زکوۃ دی جا رہی ہو اس کے بارے میں زکوۃ دینے والا یہ اطمینان کر لے کہ وہ واقعی عامل ہے یا نہیں۔ حکومت اسلامی موجود ہو، اور اس نے عالمین زکوۃ مقرر کیے ہوں تو ان کے پاس حکومت کی طرف سے تحصیل زکوۃ کا پروانہ موجود ہونا ہی اس اطمینان کے لیے کافی ہے۔ لیکن اگر یہ صورت نہ ہو اور مسلمانوں کی کسی اجتماعی تنظیم نے بطور خود زکوۃ کی تحصیل و صرف کا بندوبست کیا ہو تو اس کے بارے میں بس یہ تحقیق کر لینا چاہیے کہ وہ واقعی مستحقین زکوۃ پر اس مال کو صرف کرتی ہے اور عمل کے مصارف اسی حد تک لیتی ہے جنہیں جائز و معقول کہا جاسکے۔ تحقیق سے ان باتوں کا اطمینان ہو جائے

تو اس کو زکوٰۃ دینے والا یقیناً فرض سے سبکدوش ہو جائے گا۔ کوئی شرعی دلیل مجھے ایسی نظر نہیں آتی جس کی بنا پر زکوٰۃ دینے والوں کو یہ حکم دیا جائے کہ وہ عالمین علیہا کو زکوٰۃ دینے سے پہلے یہ بھی تحقیق کریں کہ وہ اموال زکوٰۃ کو بطریق تدبیک صرف کرتے ہیں یا نہیں۔

اب یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ ”عالمین علیہا“ کے الفاظ جو قرآن میں ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ اُن کا اطلاق کن لوگوں پر ہوتا ہے، لوگ اسے صرف اُن کارندوں تک محدود سمجھتے ہیں جن کو حکومت اسلامی اس کام کے لیے مقرر کرے۔ لیکن قرآن کے الفاظ عام ہیں جن کا اطلاق ہر اُس شخص پر ہو سکتا ہے جو زکوٰۃ کی تحصیل و تقسیم کے سلسلے میں ”عمل“ کرے۔ اس عام کو خاص کرنے والی کوئی دلیل میرے علم میں نہیں ہے۔ اگر حکومت اسلامی موجود نہ ہو، یا ہو مگر اس فرض سے غافل ہو، اور مسلمانوں میں کوئی گروہ ”عمل“ کرنے کے لیے اُٹھ کھڑا ہو، تو آخر کس دلیل سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ نہیں تم ”عالمین علیہا“ نہیں ہو۔ میرے نزدیک تو یہ اللہ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے کہ اُس نے عالمین حکومت کے لیے خاص کرنے کے بجائے اپنا حکم ایسے عام الفاظ میں دیا ہے جن میں یہ گنجائش پائی جاتی ہے کہ اسلامی حکومت کی غیر موجودگی یا غافل حکمرانوں کی موجودگی میں مسلمان بطور خود بھی زکوٰۃ کی تحصیل و تقسیم کے لیے مختلف انتظامات کر سکیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے اس عام حکم کو عام ہی رہنے دیا جائے تو غریب طلباء کی تعلیم، یتیموں کی پرورش، بزرگوں اور معذوروں اور یتیموں کی نگہداشت، نادار مریضوں کے علاج، اور ایسے ہی دوسرے کاموں کے لیے جو ادارے قائم ہوں، اُن سب کے منتظمین بالکل بنجا طور پر ”عالمین علیہا“ کی تعریف میں آئیں گے، اور اُن کو زکوٰۃ لینے اور حسب ضرورت صرف کرنے کے اختیارات حاصل ہو جائیں گے، اور اُن حیلہ بازیوں کی کوئی حاجت باقی نہ رہے گی جو آج کل ہمارے عربی مدرسوں کے ہتھم حضرات زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے کیا کرتے ہیں۔ اس طرح ایسے ادارات قائم کرنے کی بھی گنجائش نکل آئے گی جو خاص طور پر تحصیل و صرف زکوٰۃ ہی کے لیے قائم ہوں۔ اُن کے منتظمین بھی ”عالمین علیہا“ قرار پائیں گے۔ اور صرف زکوٰۃ کے معاملے میں اُن کے ہاتھ بھی تدبیک کے فتوے سے باندھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔

میرے نزدیک اگر قرآن کے الفاظ کی عمومیت نگاہ میں رکھی جائے۔ تو صرف مذکورہ بالا عالمین ہی

پر ان کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ دوسرے بہت سے کارکن بھی اس تعریف میں آتے ہیں مثلاً:

ایک یتیم کا ولی، ایک بیمار یا ایا سچ کی خبر گیری کرنے والا، اور ایک بیکس بڑھے کا نگہبان بھی "عالم" ہے، اسے زکوٰۃ وصول کر کے ان لوگوں کی ضروریات پر خرچ کرنے کا حق ہے، اور اس میں سے معروف طریقے پر اپنے عمل کی اجرت بھی وہ چاہے تو لے سکتا ہے۔

زکوٰۃ کی رقم اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے کی ضرورت پیش آئے تو اس میں ڈاک خدنے یا ٹیک کو اجرت دی جاسکتی ہے، کیونکہ اس خدمت کو انجام دینے کی خدنگ وہ بھی "عالمین علیہا" ہونگے۔ زکوٰۃ وصول کرنے، یا زکوٰۃ کے اموال ایک جگہ سے دوسری جگہ حسب ضرورت لے جانے، یا مستحقین زکوٰۃ کی مختلف ضروریات پوری کرنے کے لیے ریل، بس، ٹرک، ٹانگے، ٹھیلے وغیرہ جو استعمال کیے جائیں ان کے کرائے مال زکوٰۃ سے دیئے جاسکتے ہیں، کیونکہ یہ خدمات انجام دیتے وقت یہ سب "عالمین علیہا" میں ہی شمار ہونگے۔

مستحقین زکوٰۃ کی خدمت کے لیے جس قدر بھی ملازم اور مزدور استعمال کیے جائیں گے ان سب کی تنخواہیں اور اجرتیں زکوٰۃ کی مد سے دی جاسکتی ہیں، کیونکہ وہ سب "عالمین علیہا" میں داخل ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ کوئی ریورس سٹیشن پر زکوٰۃ کے غلے کی بوریاں ڈھوئے، یا کوئی غریب مریضوں کی خدمت کے لیے گاڑی چلائے، یا کوئی یتیم بچوں کی نگہداشت کرے۔

اب رہ جاتا ہے یہ سوال کہ آیا عالمین علیہا کے تصرفات پر کوئی ایسی پابندی ہے کہ وہ مستحقین زکوٰۃ کی خدمت کے لیے عمارات نہ بنواسکیں اور اشیائے ضرورت، مثلاً گاڑیاں، دوائیں، آلات، کپڑے وغیرہ نہ خرید سکیں؟ میں کہتا ہوں کہ حنفی تاویل آیت کے لحاظ سے یہ پابندی صرف زکوٰۃ ادا کرنے والے پر عائد ہوتی ہے۔ وہ خود بلاشبہ ان تصرفات میں سے کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔ اس کا کام صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی روش سے زکوٰۃ "میں کے لیے" ہے ان کی یا ان میں سے کسی کی مالک میں دے دیں۔ رہے "عالمین علیہا" تو ان پر اس طرح کی کوئی پابندی عائد نہیں ہوتی وہ تمام مستحقین زکوٰۃ کے لیے ہمنزلہ ولی یا وکیل ہیں۔ اور اصل مستحق اس مال میں جتنے

تصرفات کر سکتا ہے وہ سب تصرفات اس کے دلی یا دکیل ہونے کی حیثیت سے یہ بھی کر سکتے ہیں۔ جب غمخوار و مساکین کی ضروریات کے لیے کوئی عمارت بنائیں یا کوئی گاڑی خریدیں، تو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے بہت سے فقیروں اور مسکینوں نے جن کو فرداً فرداً زکوٰۃ ملی تھی، باہم مل کر ایک عمارت بنوائی، یا ایک سواری خرید لی۔ جس طرح اُن کے اس تصرف پر کوئی پابندی نہیں ہے اس طرح اُن کے دکیل یا ولی پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے۔ عالمین علیہا کو زکوٰۃ دینے کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے مقرر کیا ہے، اور اللہ کے رسول نے اسی لیے اُن کے ہاتھ میں زکوٰۃ دے دینے والے کو فرض سے سبکدوش قرار دیا ہے کہ انہیں یہ مال دے دینا گویا تمام مستحقین کو دے دینا ہے۔ وہ انہی کی طرف سے اُسے وصول کرتے ہیں اور انہی کے نائب و سرپرست بن کر اُسے صرف کرتے ہیں۔ آپ اُن کے تصرفات پر اس حیثیت سے ضرور اعتراض کر سکتے ہیں کہ تم نے فلاں خرچ بلا ضرورت کیا، یا فلاں چپسینز پر ضرورت سے زیادہ خرچ کر دیا، یا اپنے عمل کی اُجرت معتدل حد سے زیادہ لے لی، یا کسی عامل کو معتدل شرح سے زیادہ اُجرت دے دی۔ لیکن کوئی قاعدہ شرعی میرے علم میں ایسا نہیں ہے جس کی بنا پر اُن کو اس بات کا پابند کیا جاسکے کہ فلاں فلاں قسم کے تصرفات تم کر سکتے ہو۔ اور فلاں قسم کے نہیں کر سکتے۔ قواعد شریعت انہیں ہر اس کام کی اجازت دیتے ہیں جس کی مستحقین زکوٰۃ کے لیے ضرورت ہو۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ اس معاملے میں اصل حل طلب سوالات صرف دو ہیں:-

ایک یہ کہ اگر زکوٰۃ دینے والوں اور زکوٰۃ کا استحقاق رکھنے والوں کی رضامندی سے چند غیر سرکاری آدمی زکوٰۃ پر کام کریں تو آیا وہ قرآن کے ارشاد کے مطابق عالمین علیہا کی تعریف میں آتے ہیں یا نہیں؟

دوسرے یہ کہ عالمین علیہا کے ہاتھ میں زکوٰۃ دے دینے کے بعد ان کے تصرفات پر پھر تنلیک کی قید عائد کرنے کے لیے کیا دلیل ہے؟